سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

’’آج میں آزاد ہوں اپنے وطن میں‘‘

ماہنامہ ’’نقیبِ ختم نبوت‘‘ کے بانی مدیر ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کے پانچویں یومِ وصال (۱۲؍نومبر ۱۹۹۹ء۔نومبر ۲۰۰۴ء) پر اُن کی یادگار تحریر۔(ادارہ)

ننگا سر، بالوں کے ان دیکھے نئے نئے سٹائل، ننگا چہرہ مگر میک اپ سے ڈھکا ہوا، جسمانی ساخت کی چغلیاں کھاتا ہوا چست لباس، ہاتھ میں ہاکی، ریکٹ، بیٹ لیے اخبارات کی مانگ سجانے اور بڑھانے کے لیے فرسٹ پیج یا لاسٹ پیج پر براجمان نئی نویلی لڑکیاں جنہیں شو آف پرسنیلٹی کا شوق کشاں کشاں اخبارات کے دفتر یا ٹی وی کی سکرین پر کھینچ لاتا ہے ......اور انٹرویو والے آؤٹ ویو سے یوں آغاز کرتے ہیں:

س: آپ کا پورا نام......؟

ج: فِضّہ بتول......!

س: کالج میں آپ کا کونسا ائیر چل رہا ہے؟

ج: تھرڈ ائیر......!

س: لگتا ہے آپ تو بس پڑھتی رہتی ہے۔

ج: اوہ! ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ میں تو سوشل لائف پر یقین رکھتی ہوں اور......

س: لیکن آپ کا تعلیمی کیریئر دیکھنے سے تو کچھ اور محسوس ہوتا ہے؟

ج: ہاں! یہ ٹھیک ہے کہ میں نے مڈل، میٹرک اور انٹر میں بورڈ ٹاپ کیا لیکن آپ یہ بھی تو دیکھیں نا کہ انٹر سکولز اور انٹر بورڈ گیمز میں بھی میری پرفارمنس شروع سے بہت اچھی رہی ہے۔

س: آپ کو ٹائم ڈیوائڈ کرنے میں تو پرابلم ہوتا ہوگا؟

ج: کوئی پرابلم نہیں! اصل میں ہیومن لائف کے بارے میں میری اپروچ بالکل سائنٹیفک ہے۔ یہ نئے دور کا تقاضا ہے‘ زندگی میں چارم، چیلنج، ایڈونچر، سرپرائز، کمپٹیشن، ایکسپریشن یہ سب کچھ ہونا چاہیے۔ ضرور ہونا چاہیے۔

س: مذہب میں آپ کی دلچسپی کس حد تک ہے؟

ج: میرا گھرانہ خالص مذہبی ہے ہمارے فیملی بیک گراؤنڈ میں مذہب کو مرکزی اہمیت حاصل ہے لیکن شکر ہے کہ ہم میں ’’بیک ورڈنس‘‘ نہیں ہے۔ میں نے دینی تعلیم بھی حاصل کی ہے‘ کالج لائف کو بھی انجوائے کیا ہے، گا بھی لیتی ہوں،

ڈانس بھی کر لیتی ہوں، ڈراموں میں پارٹ پلے کئے ہیں، کمپیئرنگ، ڈبیٹ، گیمز......سب میں حصہ لیا ہے اور ٹینس میں تو آپ جانتے ہیں حال ہی میں پنجاب بھر میں سنگل میں پہلی اور ڈبل میں دوسری پوزیشن حاصل کی ہے۔

س: فِضّہ! بات مذہب سے چلی تھی۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کا ماحول کو آپریٹو ہے یا نان کو آپریٹو؟ یعنی کوئی مذہبی پابندی یا اعتراض کی صورت؟

ج: دیکھئے! یہ بہت عجیب سوال ہے۔ بھئی پابندی آخر کیوں؟ مجھے تو گھر والوں نے بخوشی غیر نصابی سرگرمیوں کی اجازت دی بلکہ خصوصی اجازت دی، میرا مطلب ہے خصوصی حوصلہ افزائی کی گئی۔ مذہب کسی کو خول میں بند نہیں کرتا۔ زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھاتا ہے۔ سینس آف میچورٹی اینڈ کانفیڈنس پیدا کرتا ہے۔ مذہب عورت کو پابند اور محدود نہیں کرتا۔ میں خود سمجھتی ہوں کہ اسلام کی جو شکل ہمیں ورثہ میں ملی ہے وہ سرمایہ دارانہ ذہن کی پیداوار ہے۔ اس دور میں، جب کہ دنیا سمٹتی معلوم ہوتی ہے اور پوری دنیا کی قومیں ہر فیلڈ میں ترقی کر رہی ہیں۔ عورت کو ہر میدان میں آگے بڑھنے سے روکا جائے، آخر کیوں؟

س: آپ کی رائے میں عورت کو کس حد تک قومی خدمت میں آگے آ کر کام کرنا چاہیے؟

ج: سوسائٹی میں ویلفیئر، ڈویلپمنٹ اور اسٹیبلشمنٹ کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی آزادی ہر کسی کو ہونی چاہیے، مرد اور عورت کا رشتہ کسی استحصالی منطق کا تابع نہیں ہوتا اور نہ زندگی کی حقیقت کو نام نہاد اخلاقی معیاروں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ مرد اور عورت کو شانہ بشانہ چلنا چاہیے۔ تبھی انڈرسٹینڈنگ اور کوآپریشن پیدا ہوگی۔ یہ نیچرل سی بات ہے۔ اس فنکشن اور پراسس کو ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ عورت تو سب کچھ کر سکتی ہے، گھر چلا سکتی ہے، گورنمنٹ چلا سکتی ہے، بس ایکسپلائٹیشن ختم ہونی چاہیے اور میڈیا کو اس سلسلہ میں سپیشل رول ادا کرنا چاہیے۔ نئی نسل کو بوڑھی، بیمار اور نادار سوچوں سے نجات دلا کر ہی ترقی کی دوڑ میں حصہ لینے کے قابل بنایا جا سکتا ہے اور قائداعظم کے پاکستان کو عظیم تر بنایا جا سکتا ہے چونکہ انہوں نے فرمایا تھا ورک، ورک، اینڈ ورک:ـ

تتلی بنوں اُڑتی پھروں مست گگن میں
آج میں آزاد ہوں اپنے وطن میں

قارئین کرام! یہ ایک گھسا پٹا ہوا انداز ہے جو یورپ و امریکہ کے ساتھ سیاسی، اقتصادی اور فوجی معاہدوں کی وساطت سے پاکستانی معاشرے میں بڑی تدریج کے ساتھ بہت آہستگی سے دبے پاؤں رچایا بسایا گیا ہے۔ پہلے غیر ملکی لڑکیوں کے انٹرویوز، فوٹو اور ان کی دلچسپیوں کو پاکستانی اخبارات نے عام کیا۔ نوجوانوں نسل نے دیکھا، پڑھا، پسند کیا، اخبار زیادہ فروخت ہوا پھر پاکستانی سیکولرز اور لبرلز گھروں کی نوجوان نسل اخبارات کے ذریعہ متعارف ہونے لگی پھر کھیلوں کے میدان کی سرکاری سرپرستی نے اس سلسلہ کو عروج پر پہنچا دیا اور ٹیلی ویژن نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور صنفِ نازک کو ''صنفِ قازق'' بنانے کا فیصلہ اور تہیہ کر لیا۔ لڑکیاں مردوں کے شانہ بشانہ نہیں بلکہ ان سے پانچ جوتے آگے جا رہی

ہیں جیسا کہ آپ اوپر کی سطروں میں پڑھ چکے ہیں کہ ٹی وی اور اخبارات میں لڑکیوں کے جتنے بھی انٹرویوز آ رہے ہیں ان میں اکثر لڑکیوں کی گفتگو یہ ہوتی ہے کہ ان کا گھرانہ بڑا مذہبی گھرانہ ہے اور اس کے والد کٹر مذہبی ہونے کے باوجود اسے ناچنے گانے، کھیلنے، دوستوں سے ملنے، تفریحی پروگراموں میں جانے سے نہیں روکتے بلکہ وہ روشن خیال، اعتدال پسند اور کوآپریٹو ہیں۔ پھر انٹرویو لینے والے مرد یا عورتیں ساتھ ساتھ تہذیبی تائیدیں کرتے ہیں۔ ہاں، ہاں! اسلام معاشرے میں قوت برداشت پیدا کرتا ہے اور ناجائز پابندیاں بھی نہیں لگاتا۔ اسلام قوموں کی ترقی میں اپنا ایک خاص رول ادا کرتا ہے اور وطن کی محبت عین ایمان ہے۔

یہ انٹرویو لینے والے اور والیاں کس قدر ٹھنڈے زہریلے لب ولہجہ سے ایک ہی سانس میں اسلام اور ماڈرن سولائزیشن کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔ جو ناظرین وقارئین خوبصورت لڑکیوں کے فوٹو اخبارات وسکرین پر دیکھ رہے ہوتے ہیں، وہ تو ننگے سر، ننگے چہرے، اُچکتے ہوئے کندھوں اور مٹکتے ہوئے کولہوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ ان ناداروں اور مفلسوں کو کیا معلوم کہ پالیسی میکرز نے کیا زہر گھول دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں! ایسے انٹرویوز اور گفتگوئیں یہ زہر گھولتی ہیں کہ:

(۱)...... مذہبی گھرانوں کی لڑکیاں اپنے مذہبی گھریلو ماحول سے بغاوت کر رہی ہیں پھر یہ پرنٹڈ میٹر غیر ملکی ایجنسیوں کو بڑے اہتمام سے پہنچایا جاتا ہے جو اپنے سازشی وڈیروں کو یہ تمام ''مواد'' بھیجتے ہیں۔ پھر وہاں تجزیہ ہوتا ہے کہ یورپ وامریکہ کے یہودیوں کا پہلا حربہ کامیاب ہے۔ اب دوسرا حربہ آزمایا جا سکتا ہے۔ پھر وہ امپورٹ ہوتا ہے اور عمل میں آتا ہے جسے پھر اسلام کے غدار پاکستانی انگریز ذرائع ابلاغ سے عوام میں مرغوب بنانے کی مہم میں جُت جاتے ہیں۔

(۲)......اسلام، عورت کو ناچنے گانے، گیمز وغیرہ قسم کی مشغولیتوں سے ہرگز نہیں روکتا کیونکہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے ذرائع ابلاغ اس کی ''اجازت'' اور ''سند'' عطا فرماتے ہیں۔

(۳)......اسلام، عورت کو ننگا ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ چاہے آدھی ننگی ہو یا تین بٹا چار۔

(۴)......لڑکیوں کی تعلیمی قابلیت کو پروپیگیٹ کر کے یہ تاثر عام کیا جاتا ہے کہ یہ تمام برائیاں اب خوبیاں ہیں اور تعلیم میں کمال حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ خوبیاں بھی پیدا کرنی چاہئیں کہ اس سے قومی معیار بلند ہوتا ہے۔

(۵)......صرف تعلیم میں بلندی حاصل کرنے سے وطن کا نام روشن نہیں ہوتا۔ جب تک ناچنے گانے اور کھیلوں میں بلند مقام حاصل نہ کیا جائے کہ دورِ جدید کا تقاضا یہی ہے۔

(۶)......لڑکیوں کو قومی سطح پر بلند وبالا ہونے کے لیے ننگا ہونا ضروری ہے۔

(۷)......اس بلندی تک پہنچنے کے لیے مخلوط تعلیم، مخلوط معاشرہ اور مخلوط مجلسوں میں پرفارمنس شو کرنا انتہائی ناگزیر ہے۔

(۸)......اس ساری خلط ملط لائف میں کنواری لڑکی پر انحصار، اعتماد اور اس کے اختیارات کو قبول کرنا بہت ضروری ہے۔

(۹)......اور یہ سب کچھ اور وہ جو ضبطِ تحریر میں نہیں آ سکتا۔ وہ تمام اس لیے کیا جانا ضروری ہے کہ قائداعظم نے یہ فرمایا ہے

:ورک، ورک اینڈ ورک۔

کیا اربابِ حکومت، ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات کے بزرجمہر اور جغادری اور ان بد بخت لڑکیوں کے بے حس والدین نے کبھی یہ سوچا کہ یہ جو کچھ ہورہا ہے‘ اس کے نتائج کیا برآمد ہورہے ہیں؟ اور یہ لڑکیاں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں ‘انہوں نے کبھی اس اچھلتی کودتی اور غیروں کی بانہوں میں جھولتی زندگی کے بارے میں غور کیا؟ کیا انہوں نے اپنا مستقبل سوچا؟ کیا وہ سمجھتی ہیں کہ یہ لچھن سدا اُن کے ساتھ رہیں گے؟ انہوں نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا کی کہ ان کی اس پسندیدہ زندگی کے پس منظر میں یہودی وسبائی تہذیب کاروں کی جنسی لذتیت کارفرما ہے؟ حکمرانوں اور سیاست دانوں نے کبھی خلوت کدۂ جاں میں جھانک کر دیکھا کہ وہ جس تہذیب کو امپورٹ کررہے ہیں‘ اس کے نتائج کیا ہیں؟ کیا پاکستانی عوام ایک قوم کی صورت میں ابھریں گے؟ کیا ان میں قومی صفات پیدا ہوں گی؟ کیا ہم پاکستانی قوم کہلائیں گے یا امریکہ ویورپ کے بدمعاشوں کا ناقص چربہ......ملاوٹ شدہ نقل؟

سب سے بڑی بات یہ کہ ہم جس رسول ﷺ کا سکھایا ہوا کلمہ پڑھتے ہیں، جن کی ذات کو شفاعتِ کبریٰ کا ذریعہ سمجھتے ہیں، جن کی ذات وصفات کو ایمان کی جان سمجھتے ہیں‘ انہوں نے عورت کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

مولویت‘ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی پیدا کی ہوئی مذہبی پیشوائیت یقیناً ناقابل قبول مگر کیا فرمانِ رسول ﷺ بھی ناقابل قبول؟ مذہبی ماحول، دینی تعلیم اور اسلام کے حوالے سے جو کچھ پھیلایا جارہا ہے‘ اس کی سند بھی تو ہو! کبھی اقوالِ رسول ﷺ سے اس کو ثابت تو کرو!

رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ: وَاَنۡتَلِدَ الۡاَمَۃَ رَبَّتَہا کہ ’’لونڈیاں مالکہ جنیں گی‘‘، یعنی لڑکیاں ماؤں کا حکم ماننے کی بجائے ان پر حکم چلائیں گی۔ یہ سب کچھ جہالت، دین بیزاری اور یہودیوں کی معاشرتی اتباع کے نتیجے میں ہوگا۔ ماڈرن فیملیوں کے سربراہ غیرت کی بنیاد پر سوچیں، غور وفکر کریں اور اپنے ماحول کا جائزہ لیں اور دیکھیں کیا یہ حقیقت ان کے گھروں میں چھا چکی ہے کہ نہیں۔ نوجوان اولاد ماں باپ کی جدید جنسی زندگی، دینی پابندیوں سے آزاد حیوانوں جیسی تہذیب کے نتیجے میں کیسی بے لگام، خودسر اور نافرمان ہوچکی ہے۔ لڑکی اپنی ماڈرن ماں کو بھی دقیانوس اور ریجڈ کہتی ہے اور لڑکا باپ کو مذہبی جنونی کہتا ہے۔ حالانکہ تمام جدید گھرانے دین و مذہب سے اتنے ہی دور ہیں ‘جتنی ان کی جدید زندگی انہیں دور لے گئی ہے۔ جدید گھرانے دین کو اجتماعی اور قومی مسئلہ نہیں سمجھتے بلکہ اس کو فرد کا اختیاری مسئلہ سمجھتے ہیں۔ اس بے دینی کے باوجود نئی نسل ماں باپ کو مذہبی پاگل کہتی ہے۔ جو ماں باپ نئی نسل کو جنسی انارکی کے تمام حربے استعمال کرنے کی اجازت دیں‘ وہ والدین روشن خیال اور کوآپریٹو کہلاتے ہیں مگر اسلام ایسے والدین کو بے غیرت کہتا ہے اور ایسے ماحول کو بھی بے غیرت کہتا ہے...... کیا ابلاغیات کے ارباب واختیار پورے معاشرے کو بے غیرت بنانا چاہتے ہیں؟

(جولائی ۱۹۸۹ء)